Article

" Iqbal’s impacts on the poets of Lahore"

لاہور کے شعرا پر اقبال کے اثرات

Komal Shehzadi*[1]
PhD Scholar, Department of Urdu, GC Women University Sialkot

1.کومل شہزادی

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

Correspondanance: komalkaleem63@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 15-07-2024
Accepted:18-09-2024
Online:26-09-2024

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: qbal was the owner of a great personality. Iqbal not only influenced the thinkers, poets and intellectuals of his time, but also the later poets and writers could not stay without falling under his spell. If we are influenced by someone, it is his. The effects of writing are essential in our writing and it is not only in fiction but also in poetry. There have been great poets who have influenced the later poets and try to use the same themes and styles in their words. We have many classical poets who were inspired by Iqbal's words and used his elements in their writings. Like Iqbal also followed the poets before him and their influence is also seen in Iqbal's poetry. Like imitating the stain and its effects can be seen in his early poetry.terature as well.

KEYWORDS: Iqbal, Poetry, Lahore, Impact,philosophy, literature, Tradition

اقبال ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے اقبال نے نہ فقط اپنے عہد کے مفکروں، شاعروں اور دانشوروں کو متاثر کیا بلکہ بعد میں آنے والے شعرا و ادبا بھی ان کے سحر میں آئے بغیر نہ رہ سکے۔ اگر ہم کسی سے متاثر ہیں تو اُس کی لکھت کے اثرات ہماری تحریر میں لازم دکھائی دیتے ہیں اور یہ نہ محض فکشن میں بلکہ شاعری میں بھی رائج ہے۔ بڑے بڑے شاعر گزرے ہیں جن سے آنے والے بعد کے شعرا بہت متاثر ہوئے اور وہی موضوعات و اسلوب کو اپنے کلام میں برتنے کی کوشش کی۔ ہمارے ہاں بہت سے کلاسیکی شعرا ہیں جنھوں نے اقبال کے کلام سے متاثر ہو کر اس کے عناصر کو اپنی تحاریر میں برتا۔ جیسے اقبال نے بھی اپنے سے پہلے شعرا کی پیروی کی اور ان کے اثرات اقبال کی شاعری میں بھی نظر آتے ہیں۔ جیسے داغ کی تقلید کرنا اور اس کے اثرات ان کی ابتدائی دور کی شاعری میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان کی شاعری کا پہلا زمانہ جس میں یہ پہلے مرزا ارشد گورگانی سے اور پھر مرزا داغ سے اصلاح لیتے رہے۔ انھوں نے داغ کا رنگ اور لب ولہجہ اپنانے کی کوشش کی۔ اقبال نے داغ کی طرز میں بہت سی غزلیں کہیں۔ البتہ اب بھی اس دور کی غزلیں "بانگ درا" میں رہ گئی ہیں۔ داغ کی یاد دلاتی ہیں جیسے:

نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

یہاں تک کہ داغ کے شاگرد علامہ اقبال بھی اپنی شاعری کے ابتدائی عہد میں مرزا داغ کے انداز شاعری کی لپیٹ میں آگئے تھے۔ یوں کہنے لگ گئے تھے:

تامل تو تھا ان کو آنے میں قاصد
مگر یہ بتا طرزِ انکار کیا تھی

بالکل اسی طرح بعد میں آنے والے شعرا نے اقبال کی تقلید کی وہ چاہے کلاسیکی شعرا ہوں یا جدید دور کے شعرا سب کے ہاں کہیں نہ کہیں اقبال کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔

اسی طرح جدید دور کے شعرا بالخصوص شہر لاہور کی بات کروں تو لاہور علمی وادبی اور شعری حوالے سے بہت زرخیز زمین ہے۔ جس نے بہت سے اہم شعرا کو پروان چڑھایا اور اس شہر نے شعری سرمائے میں اضافے کا باعث بنا۔ لاہور میں بہت اہم ادبی شخصیات ہیں جو اصناف سخن میں اہم کردار رکھتی ہیں۔ لاہور کے شعرا پر اقبال کے اثرات کا جائزہ لینے کی سعی کرتی ہوں اس حوالے سے جدید دور کے اہم شعرا کا تذکرہ کروں گی اور انکے کلام میں اقبال کے اثرات کا جائزہ لینے کی کوشش کروں گی۔ لاہور کی سرزمین شاعری کے حوالے سے کتنی زرخیز ہے اس حوالے لاہور سلسلے خورشید رضوی کا یہ مصرعہ ذہن میں آتا ہے:

لاہور کی زمین بھی کسی طرح کم نہیں

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا شاعر، محقق، نقاد اور ماہر اقبالیات ہیں۔ اورینٹل کالج لاہور کے سابق پرنسپل کے عہدے پر بھی رہے۔ 23 مارچ 1940ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباؤ اجداد ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ انھوں نے شاعری کے

علاوہ تحقیق و تنقید پر بے شمار کتب لکھیں۔حکومت پاکستان نے صدارتی اعزاز برائے حسن کارکردگی سے بھی نوازا ہے۔ان کا شعری مجموعہ "آشوب" جو 11 فروری 2011 کو شائع ہوا۔جس کے انتساب میں بھی اقبال کا شعر شامل ہے۔جیسے کے عنوان سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں کس طرز کی شاعری ہوگی،اندازہ ہو جاتا ہے۔"آشوب" میں ہمیں وطن،سرمایہ دارانہ،جاگیر دارانہ طبقے اور حب الوطنی کی تڑپ وغیرہ کے حوالے سے ہمیں اقبال کے اثرات ان کی شاعری میں ملتے ہیں۔اس میں دو حصے ہیں ایک آشوب حالات دوسرا آشوب ذات ہے۔اقبال کو سرمایہ داری سے شدید نفرت تھی اور محنت کش طبقے سے ہمدردی اور محبت تھی۔اس حوالے سے ان کی نظم خدا کی زبانی یعنی "لینن خدا کے حضور" ہے۔پیام مشرق اور ارمغان حجاز تک اپنی چھ کتب میں اقبال نے سرمایہ دار اور مزدور سامراج اور محکوم کے بارے میں مختلف طریق اور پیرائے میں سب کچھ لکھا ہے۔اس حوالے سے اقبال کے اثرات ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کی اس غزل میں دیکھے جا سکتے ہیں،غزل کے چند مصرعے ملاحظہ کیجیے:

"عوام الناس کے چہروں پہ چھائی گہری زردی ہے
نہ کوئی ان کا پرساں ہے نہ کوئی ان کا دردی ہے
حقیقی مسئلوں پر سب کے سب خاموش بیٹھے ہیں
بیانوں میں مگر دونوں طرف سے دردی دردی ہے"(1)

اقبال کی نظموں میں محنت کش طبقے کی بے بسی اور حالتِ زار کو بھی موضوع بناتے ہیں اور حاکموں کو کوستے ہیں جس طرح مشرق کی غلامی پر کڑھتے ہیں اسی طرح اپنے آس پاس اور دور ونزدیک غریبی وافلاس کو دیکھ کر انہیں انتہائی دکھ ہوتا تھا۔نظم "قسمت نامہ" سرمایہ دارانہ ومزدور" میں بیان کرتے ہیں کہ حاکم مزدور کے رزق پر ڈاکہ نہیں ڈالتا بلکہ دھوکے بازی سے اس کی بیٹی کی عظمت بھی لوٹ لیتا ہے اور دولت مند کے آگے مزدور بے بس اور مجبور ہے۔وہ زندگی کی ہر خوشی اور ہر آسائش سے محروم ہے اور اس سے ہمدردی کرنے والا کوئی نہیں۔یہ حاکم کے لیے تو عظیم الشان محل تعمیر کرتا ہے لیکن خود بے سروسامان گلیوں کی خاک چھانتا پھرتا ہے۔اس کے اثرات ہمیں خواجہ محمد زکریا کی اس غزل میں ملتے ہیں:

"ہمارے حکمراں جگ جگ جئیں مطلب کے بندے ہیں
غریبانِ وطن کی گردنیں ہیں ان کے پھندے میں
کسی کو سوکھی روٹی بھی میسر ہو تو نعمت ہے
کسی کے خوان پر مرغی ہے مچھلی ہے پسندے ہیں"(2)

المختصر اقبال نے اس حوالے سے اپنے کلام میں کنایہ انداز میں لکھا ہے لیکن خواجہ محمد زکریا نے اس کو کھل کر مزاحمت کی ہے ملکی حالات کو انہوں نے کسی پوشیدہ انداز کی بجائے سرِعام کھل کر اظہار کیا ہے لیکن اقبال نے اس حوالے سے اشارہ کنایہ انداز اپنایا ہے۔

ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی اور تخلص خورشید ہے۔19 مئی 1942ء کو امروہہ میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان آ گئے۔ تیس سے پینتیس سال لاہور میں مقیم رہے۔ دسمبر 2021ء کو وفات پائی۔انہوں نے شاعری، خاکے، مضامین اور ترجے تحریر کیے۔رائگاں اور شاخِ تنہا ان کے شعری مجموعے ہیں۔یکجا کے عنوان سے ان کا کلیات بھی شائع ہو چکا ہے۔اقبال کی شاعری میں نعتیہ اور حمدیہ کلام موجود ہے جس میں وہ خدا سے التجا کرتے دکھائی دیتے ہیں اور نعتیہ کلام سے آقا دو جہان سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔اسی طرح ان کے ہاں اقبال کی طرح قومی و ملی، حب الوطنی اور مقصدیت جیسے موضوعات ملتے ہیں۔اقبال کے کلام میں والدہ کے موضوع پر بھی کلام موجود ہے۔ نظم "والدہ مرحومہ کے نام" کے عنوان سے انہوں نے اپنی والدہ کے لیے کلام لکھا۔اسی طرح خورشید رضوی کی نظمیں "ماں کے لئے ایک نظم "اور "ماں کی یاد میں" جس پر اقبال کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ نظم کے چند مصرعے ملاحظہ کیجیے:

"ماں جہاں ہستی ہے ہر چیز وہیں اچھی ہے
آسماں! تیرے ستاروں سے زمین اچھی ہے
گھر آتا ہوں تو لگتا ہے یہ گھر وہ نہیں ہے
در و دیوار تو سب وہ ہیں مگر وہ نہیں ہے"(3)

اقبال نے حمدیہ و نعتیہ شاعری بھی لکھی جو بانگِ درا اور بال جبریل میں شامل ہے۔ شعری مجموعے میں بھی حمدیہ و نعتیہ شاعری کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔خورشید رضوی کے لئے ان کی حمدیہ و نعتیہ شاعری اللہ تعالیٰ کی جانب سے بہت بڑا انعام ہے جس کے لئے شکر گزاری کے جذبات سے سرشار ہیں۔ان کی نظم "تہہ دل" اور "مدینہ میں" ان نظموں میں شاعر مدینہ جاکر رہنے کے تاثرات عقیدت و محبت اور عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر صفحہ قرطاس پر بکھیرتے ہیں۔اسی طرح ان کے نعتیہ کلام پر بھی اقبال کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

"نشان اُن کی سوچیے اور سوچ میں کھو جائیے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جائیے"(4)

فنی اعتبار سے دیکھیں تو زبان و بیان پر انہیں بھی اقبال کی طرح کامل گرفت حاصل ہے۔اس سلسلے میں ارشد محمود رقمطراز ہیں:

"زبان و بیان پر کامل گرفت اور لفظیات کے استعمال کا شعور ان

کی قدرت کلام کا مظہر ہے۔"(5)

اسی طرح انہوں نے شناخت کے نام سے کتابچہ لکھا جس میں قومی و ملی نظمیں شامل ہیں۔علاوہ ازیں وطن سے محبت کی سرشاری کی کیفیت شاعر پر ایک نشہ طاری کر دیتی ہے۔وہ حب الوطنی کا اظہار والہانہ انداز میں کرتے ہیں اس حوالے سے ان کی نظم "آؤ محسوس کریں" ہے۔الختصر اقبال کی طرح ان کی شاعری جہد مسلسل کا پیغام دیتی ہے اور خورشید رضوی کا تعلق اقبال کی روایت سے ہے۔

ڈاکٹر تبسم کاشمیری جنوری 1940ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔نقاد، محقق،شاعر اور ناول نگار ہیں۔ان کی شعری کتب تمثال،بازگشتوں کے بل پر،پرندے ،پھول ،تالاب وغیرہ شامل ہیں۔ان کا شعری مجموعہ "تمثال"جس میں نظمیں ہیں۔انسانی عوامل کی کائنات میں ہر حقیقت کو اپنی ذات کے حوالے سے دیکھنا ہے کیوں کہ اس کے نزدیک سب سے بڑی حقیقت اس کی اپنی ذات ہے جس کے واسطے سے وہ مظاہر کا مشاہدہ کر رہا ہے۔تمثال کی تمام نظمیں ذات کے وسیع تر آئینوں کے مختلف سلسلے ہیں۔ان کے نزدیک یعنی انسان کی ذات ہی واحد حقیقت ہے۔یہ تصور انسان کو کائنات میں مرکزیت دے کر انسان کو اس کے موہوم مابعد سے نجات دلا کر زندگی کے جملہ عوامل کی ذمہ داری اس کے سپرد کر دیتا ہے۔اقبال کے ہاں بھی ہمیں تصورِ کائنات اور انسان کا تصور ملتا ہے۔ تبسم کاشمیری کی نظموں میں تنہائی کا احساس بھی ملتا ہے۔اس حوالے سے بھی ان پر اقبال کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔تنہائی کا احساس اقبال کی نظموں میں نمایاں نظر آتا ہے۔گل رنگین،ایک آرزو،ماہِ نو،موج دریا اور فراق میں یہ احساسات باآسانی دیکھے جاسکتے ہیں۔اسی طرح اقبال نے دعائیہ کلام بھی لکھا ان کی شاعری میں تصورِ دعا بھی ہے جو انہوں نے ملک و قوم اور نوجوان نسل کے لیے قلمبند کیا۔علاوہ ازیں تخلیق کائنات اور عشق رسول ﷺ کے حوالے سے بھی تصورِ دعا ان کے کلام میں موجود ہے۔ان کے دعائیہ کلام میں نوجوان نسل بھی شامل ہے۔اقبال کے اس حوالے سے اثرات تبسم کاشمیری کی اس نظم "ایک دعا"میں دیکھیے:

"میری دعا ہے گھروں کے لیے، آنگنوں کے لیے
زمینوں کی زرخیزیوں کے لیے
بچوں کے لیے،بوڑھوں کے لیے
اور کمزور نسلوں کی ماں کے لیے"(6)

فنی اعتبار سے اقبال کے اثرات دیکھیں تو ان کے ہاں اقبال کی طرح ایک ہی نظم میں الفاظ کی رشتی اور غیر رسمی معانی کے اسلوب کو الجھاتی نہیں ہے۔

ڈاکٹر سعادت سعید معروف نقاد، شاعر اور محقق ہیں۔ یہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور میں پروفیسر کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ 15 مارچ 1949ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے 1988ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ ان کی تخلیقات میں تنقید کے علاوہ شعری مجموعے اور نظمیں بھی موجود ہیں۔ ان کی شاعری پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں اقبال کے اثرات کافی حد تک نظر آتے ہیں۔ سعادت سعید کے تا حال اچھے نظموں کے مجموعے کجلی بن، فنون آشوب اور بانسری چپ ہے۔ ان نظموں کی تہوں سے برآمد ہوتے نظریات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے زندگی کے سفر کا مشاہدہ کیا ہے اور کائناتی بجھارت کو سمجھنے کی کوشش کی یا زندگی کے گزرے لمحوں کا نوحہ لکھا ہے اور علامہ اقبال کے حوالے سے مسلم ماضی کی بات کی اور کشمیر کی آزادی کو حوالہ بنایا ہے۔ ان کی نظمیں شرمایہ دارانہ ماحول میں انسان کی کاروباری اور جبریت پسند فطرت کا پول کھول چکی ہیں۔ "کجلی بن" میں شامل نظم پر اقبال کے اس حوالے سے اثرات دیکھیے:

"لاشیں کہ جن کی پوروں میں کل کائنات تھی
ان کے بدن سے کھالوں کے کمبل اتار کر
پشتارے کارخانوں کو بھجوا دیئے گئے
لاشیں کہ جن کے قدموں تلے کہکشائیں تھیں
ان کے دھڑوں کو آروں سے کٹوا دیا گیا
لاشیں کہ آبروؤں کے جو بادبان تھیں
لاشیں کہ جن کے ہونے سے سب وارثان شہر" (7)

اسی طرح ہم اقبال کے اردو کلام میں دیکھیں تو ہمیں مزدور اور سرمایہ دار کے بارے میں سب سے پہلے "خضر راہ" میں کچھ اشعار ملتے ہیں:

زندگی کا راز کیا ہے؟ سلطنت کیا چیز ہے
اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش؟

سعادت سعید کے ہاں بہت سی نظمیں ہیں جن میں ہمیں سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ طبقے کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں اسی طرح اقبال کی نظمیں خضر راہ، نوائے مزدور، قسمت نامہ اور سرمایہ دار مزدور وغیرہ کے اثرات سعادت سعید کی نظموں میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ سعادت سعید کی یہ نظم دیکھیں جس میں اقبال کی ان نظموں کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ چند مصرعے نظم "ایک طوفان کی حکایت" سے ملاحظہ کیجیے:

"دیو ہیکل کیڑے رینگے
ہزاروں شارکس

اپنے دہن کھوتے ہوئے ہیں
ان کے شکموں کی سیہ دلدل میں
ملاحوں کے معدے
ہڈیاں، سر، شہ رگیں، آنتیں"(8)

اسی طرح اس نظم کے چند مصرعے جس میں اقبال کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

"عزیزو! آخری دیدار ہے، چلے آنا
کہ اس کے بعد حصار شب سیاہ میں ہم
خواپنے جسموں کی تاریک، اندھی فیروں میں"(9)

بانسی چپ ہے اس مجموعے میں سعادت سعید نے سامراجی جبر، پاکستان کی سیاست، معیشت کے حوالے سے نظمیں موجود ہیں۔ علامہ اقبال کی نظمیں خضرراہ اور ابلیس کی مجلس شوریٰ میں آواز بلند کر کے اقبال نے جبر و تشدد اور ظلم اور کیسے جمہوری حکومتیں قومی بھیس بدل کر ناانصافی کر رہی ہیں۔ اس کے اثرات سعادت سعید کی نظم "عقائد پرستی" کے چند مصرعے ملاحظہ کیجیے:

"تم تعجب کی عینک سے
زندہ حقایق کو دیکھو گے کیسے؟
غلامی کی عادت کو بدلو گے کیسے
تاریخ کے خستہ اوراق پر
سانپ لیریں بنائی ہوئی ہیں"(10)

اقبال کی نظموں کو فنی اعتبار سے دیکھیں تو سعادت سعید کی نظمیں کچھ حد تک تراکیب، تشبیہات و استعارات پر اقبال کے اثرات کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

ضیاء الحسن کا خاندان کافی عرصے سے لاہور میں رہائش پذیر ہے۔ ضیاء الحسن 1964ء کو ضلع مظفر گڑھ کے قصبہ شہر سلطان میں پیدا ہوئے۔ اردو ادب کی دنیا میں ڈاکٹر ضیاء الحسن ایسے شاعر ہیں جنہوں نے شاعری کی دنیا میں خوبصورت اضافہ کیا۔ ان کے شعری مجموعوں میں "بار مسلسل"، آدھی بھوک اور پوری گالیاں" وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ 1996ء میں منظرِ عام پر آیا۔ دوسرا ایڈیشن 2014ء میں آیا۔ اس میں ستر غزلیں شامل ہیں۔ شعری مجموعے کا آغاز حمدیہ و

نعتیہ اشعار سے کیا گیا ہے۔اس مجموعے میں انہوں نے خدا سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔حمدیہ کلام ہمیں اقبال کے ہاں بھی ملتا ہے اور خدا سے دعا اور عقیدت پر مبنی اشعار موجود ہیں۔اس کے اثرات ضیاء الحسن کی شاعری میں بھی موجود ہیں۔

سبحان اللہ اس نے ہم کو تعلیم کیا
سبحان اللہ ہم کو صاحبِ تکریم کیا

اس مجموعے کی غزلوں پر تصوف کے حوالے سے بھی اقبال کے اثرات موجود ہیں۔اقبال کی طرح ضیاء الحسن نے تصوف کے حوالے سے انسان اور اس کی اصل حقیقت کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔اقبال کے طرح ان کے ہاں ایک فلسفیانہ نقطہ نظر سامنے آتا ہے۔اقبال کے کلام میں ہمیں مثبت اندازِ فکر سے لبریز شاعری ملتی ہے اسی طرح ضیاء الحسن کی شاعری میں ہمیں خود غرضی اور زندگی کی مشکلات کے باوجود شاعر کے ہاں ناامیدی اور منفی سوچ نے جنم نہیں لیا۔اسی طرح اقبال کے ہاں بھی قنوطیت نہیں بلکہ مقصدیت اور امید کا عنصر نمایاں ہیں۔علامہ اقبال کے پہلے سور کی شاعری میں صوفیانہ انداز ملتا ہے اس حوالے سے ضیاء الحسن کے اس شعری مجموعے پر اس کے اثرات نماں ہیں۔اقبال کی پہلے دور کی نظموں اور غزلوں میں تصوف کا اثر دکھائی دیتا ہے۔اس کے علاوہ فارسی شاعری کا پورا سرمایہ اقبال کے سامنے تھا اور تصوف جیسے عنصر کو نظر انداز کرنا اور اس سے دامن کشاں ہونا اقبال کے بس کا روگ نہ تھا۔

میری ہستی ہی جو تھی میری نظر کا پردہ
اُٹھ گیا بزم سے میں پردہ محفل ہو کر

اقبال کی طرح ضیاء الحسن نے ملک میں آمریت کا دور حکومتوں نے جبر و ظلم کے ذریعے عوام کے جذبات کو دبائے رکھا۔اقبال کی طرح ان کی غزلوں میں مزاحمتی رویہ واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔اقبال نے خضرراہ، نوائے مزدور وغیرہ نظموں کے اثرات ضیاء الحسن کی شاعری پر بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

ہم نے اب ہاتھ بدل دینے ہیں زنجیروں میں
ہم نے زنجیر کی جھکار بدل دینی ہے

علامہ اقبال کی طرح سماجی اور سیاسی شعور پر ضیاء الحسن کی گہری نظر ہے۔اقبال کی طرح یہ بھی اپنے راستوں کے متلاشی رہے۔"بارِ مسلسل" میں عشق کے موضوع پر بھی غزلیں ملتی ہیں۔علامہ اقبال کے ہاں تصورِ عشق پر متعدد کلام لکھا گیا۔اس پر انکی نظمیں پیام، محبت، حسن و عشق اور جلوہ حسن وغرہ شامل ہیں۔فنی لحاظ سے اقبال کی طرح ہمیں ان کی شاعری میں نئی لفظیات، نئی اور کلاسیکی طرز دونوں کا احساس ہوتا ہے۔پُر معنی استعاروں اور تشبیہات کا استعمال کا استعمال فنی حوالے سے اس شاعری کو شعریت سے بھرپور بناتا ہے۔اقبال کی ابتدائی نظموں جس میں بہت سے الفاظ و محاورات اور تلمیحات کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

"اس کا پہلا مجموعہ اپنے اندر ایسے امکانات لیے ہوئے ہے

جو مستقبل میں ایک بے مثال شاعر کی آمد کی نوید سنا رہا ہے۔"(11)

عباس اطہر 12 اپریل 1939ء کو لاہور میں پیدا ہوئے اور 6 مئی 2013ء کو وفات پائی۔ہوئے اور حکومت پاکستان نے انہیں 2008ء کو صدارتی تمغہ سے بھی نوازا۔ عباس اطہر کے تین شعری مجموعے ہیں۔"دن چڑھے، دریا چڑھے" اور "آواز دے کے دیکھ لو" کے عنوان سے کلیات بھی شائع ہو چکا ہے۔جنرل ضیا الحق کے دور آمریت پر بھی انہوں نے لکھا جب ان کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ان کا پہلا شعری مجموعہ "دن چڑھے، دریا چڑھے" 1964ء کو منظر عام پر آیا۔ایک ان کا شعری مجموعہ ضبط بھی کیا گیا جس میں مزاحمتی کلام موجود تھا۔اقبال نے ظلمو بربریت کے خلاف لکھا۔اقبال کی نظمیں اس حوالے سے "خضر راہ" میں موجود ہیں جن کا مندرجہ بالا تذکرہ کر آئی ہوں۔عباس اطہر کے ہاں جند کلام مزاحمتی رنگ لیے ہوئے ہیں یہ نظم کے چند مصرعے ملاحظہ کیجیے جس پر اقبال کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔

"شیشے کے بدن میں رہتا ہوں
مجبوری کے پیچھے سرپٹ بھاگ رہا ہوں
چھپکے موسموں اور وقتوں کی
عمر بڑی ہے، ہانپ گیا ہوں"(12)

جاوید شاہین 28 اکتوبر 1932ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔آخر عمر تک لاہور میں مقیم رہے۔ان کا اصل نام اختر جاوید ہے۔ادیب ، ممتاز شاعر اور مترجم ہیں۔انکی وفات 2008ء اسلام آباد میں ہوئی اور لاہور کے قبرستان میں دفن ہیں۔انہوں نے شاعری کے علاوہ فکشن بھی لکھا۔اقبال کی طرح انہوں نے اپنی شاعری میں مقصدیت کو اولیت دی۔اقبال نے انقلاب روس میں مزدور طبقے کے بارے میں تحریر کیا اسی طرح جاوید شاہین نے انقلاب عراق پر قلمبند کیا۔اقبال کے اردو کلام میں مزدور، کسان اور محنت کش طبقے کی حمایت میں اور سرمایہ دارا و جاگیر دار اور سامراجیت کی مخالفت میں جتنے اشعار ملتے ہیں ان کے فارسی کلام میں اس سے زیادہ موجود ہیں۔"پیام مشرق" میں اس حوالے سے نظمیں موجود ہیں جس میں اقبال نے سامراج کے ظلم، مکرو فریب، چالاکی اور ریاکاری کی عمدہ مثال ہیں۔جاوید شاہین کی اس حوالے سے نظمیں "نظم کہاں سے شروع کروں"، "بھٹو کے لیے" ان میں اقبال کے اثرات نمایاں ہیں۔چند مصرعے ملاحظہ کیجیے:

"ہم سے پوچھا جاتا ہے
جب ظلم ہو رہا تھا
تو ہم خاموش کیوں تھے
ہم نے ظلم کرنے والا ہاتھ پکڑ کیوں نہ لیا

اُسے توڑ کیوں نہ دیا"(13)

فنی اعتبار سے اقبال کے اثرات ان کے شعری اسلوب میں سلاست اور دلکش تراکیب اور نکتہ آفرینی ہے۔اقبال کے اردو کلام میں کئی جگہ سلاست، سادگی اور تراکیب کا استعمال ملتا ہے۔

پروین فناسید 3 ستمبر 1936ء کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔شاعری کے علاوہ ان کو موسیقی اور مصوری سے بھی شغف تھا۔طویل علالت کے بعد 27 اکتوبر 2010ء کو کراچی میں وفات پائی۔ان کی شاعری پر مبنی پانچ کتب ہیں اور کلیات بھی ان کا شائع ہو چکا ہے۔اقبال کی شاعری میں مزاحمتی عناصر بھی پائے جاتے ہیں، انہوں نے ظلم و بربریت کے خلاف بہت سا کلام لکھا۔علاوہ ازیں انہوں نے مزدور طبقے اور پستے طبقے کے لیے آواز بلند کی۔یہ ہی وجہ کہ ان کے ہاں مزاحمتی رنگ موجود ہے۔اس حوالے سے اقبال کے اثرات پروین فناسید کی نظم میں ملاحظہ کیجیے۔نظم "زرد چہرے پہ ڈھونڈتے ہو گلاب" کے چند مصرعے ملاحظہ کیجیے:

"ریزہ ریزہ وجود کی تہہ
کونسے رنگ کے تمنائی
دشت کی دھول میں اٹا چہرہ
درد کی لَو سے آنکھ بھر آئے"(14)

اعتبار ساجد جولائی 1948ء کو ملتان میں پیدا ہوئے۔بعد ازاں اب تک لاہور میں مقیم ہیں۔ان کے شعری مجموعوں کے علاوہ نثری کتب بھی موجود ہیں۔اعتبار ساجد کی شاعری محض محبت، ہجر و وصال پر ہی مبنی نہیں بلکہ ان کی شاعری میں مزاحمتی رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ان کی شاعری میں پیار و محبت کے نغموں کے ساتھ ساتھ دنیا میں ہونے والے ظلم و بربریت کے خلاف آواز اٹھائی جیسے اقبال نے نظم خضر راہ میں آواز اٹھائی۔ان کے شعری مجموعہ "پذیرائی" میں مارشل لاء کے دور میں تخلیق ہونے والا مزاحمتی مجموعہ ہے۔جس میں اعتبار ساجد نے دور آمریت کے مظالم کے خلاف بڑے بے باکانہ انداز میں آواز بلند کی ہے۔اسی طرح ہمیں اقبال کے کلام میں بھی مزاحمتی عناصر دکھائی دیتے ہیں۔اعتبار ساجد کی مزاحمتی شاعری کے حوالے سے اقبال کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔مثال کے طور پر چند مصرعے ملاحظہ کیجیے:

"خواب تعمیر چمن دیکھنے والے چپ ہیں
ظلمتیں محو تکلم ہیں اُجالے چپ ہیں
کیسے اجڑا یہ چمن ہم نے اٹھایا ہے سوال
اس پہ تاریخ گلستان کے حوالے چپ ہیں
دل کی دھڑکن کے سوا کوئی بھی آواز نہیں

لوک ہونٹوں پہ لگائے ہوئے تالے چپ ہیں"(15)

جاوید قاسم یکم جون 1967ء کو میاں چنوں میں پیدا ہوئے۔ان کے اب تک دو شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں جس پر ادب کی اہم شخصیات کی آراء موجود ہیں۔پہلا مجموعہ "پوری عمر کا دن" اور دوسرا مجموعہ "کوئی چشمہ نکل آیا" شامل ہیں۔سرمایہ دارانہ سوچ کے حامل افراد کے خلاف آواز بلند کرنا جاوید قاسم کا خاصہ ہے۔پاکستانی معاشرے کی زبوں حالی اور کم نصیبی حساس آدمی کو خون کے آنسو رلانے کے لیے پہلے سے کہیں زیادہ اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔جس فرد کو اپنے وطن سے پیار ہے وہ ان مسائل سے بے تعلق نہیں رہہ سکتا جاوید قاسم کا شمار بھی اقبال کی طرح انہیں افراد میں ہوتا ہے ۔اقبال کے ہاں بھی ہمیں اس کا تذکرہ ملتا ہے کہ نظام میں حکومت کی باگ ڈور اعلیٰ دماغوں کی بجائے متوسط اور ادنیٰ ذہن رکھنے والے لوگوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔پہلے جبر و تشدد مطلق العنان بادشاہ کیا کرتے تھے اب وہی ظلم جمہوری حکومتیں قومی بھیس بدل کر رہی ہیں۔اس لئے اقبال نے اس کے خلاف خضر راہ اور ابلیس کی مجلس شوریٰ آواز بلند کی۔

خیر ہے سلطانی جمہور کا غوغا کہ شر؟
تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں باخبر

جاوید قاسم کا کلام تقریباً سب اسی کے خلاف بغاوت کرتے دکھائی دیتا ہے یہ چند اشعار پر اقبال کے اثرات ملاحظہ کیجے:

"یہ کیسی طرزِ ستم ہے کہ آج کا انساں
زباں تو رکھتا ہے لیکن صدا نہیں رکھتا"(16)

فنی اعتبار سے اقبال کے طرح جاوید قاسم نے موضوعات میں تنوع اور تطہیر کا لحاظ رکھتے ہوئے سہل ممتنع اشعار بھی کہے جو ایجاز و اختصار کے باوصف معنوی وسعتوں میں اپنی مثال آپ ہیں۔

عباس تابش 15 جون 1961ء ضلع وہاڑی میں پیدا ہوئے۔بین الاقوامی بہت مشاعروں میں کر چکے ہیں۔انہوں نے متعدد شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں علاوہ ازیں عشق آباد کے نام سے ان کا کلیات بھی شائع ہو چکا ہے۔تمہید، آسمان، مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا وغیرہ ہیں۔حمدیہ اور نعتیہ کلام کے ساتھ مزاحمتی عناصر عباس تابش کی شاعری کا خاصا ہے اس پر اقبال کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔اقبال کے شعری مجموعے بانگِ درا اور بال جبریل کے علاوہ ان کے تمام اردو کلام میں مزاحمت کے حوالے سے کلام ملتا ہے۔عباس تابش کے یہ چند اشعار دیکھیے جس پر اقبال کی مزاحمتی شاعری کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

"دشت میں پیاس بجھاتے ہوئے مر جاتے ہیں
ہم پرندے کہیں جاتے ہوئے مر جاتے ہیں
ہم ہیں سوکھے ہوئے تالاب پہ بیٹھے ہوئے نہیں

جو تعلق کو نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں"(17)

ڈاکٹر محمد شاہد اشرف کاادبی سفر تین دہائیوں سے زائد عرصے پر محیط ہے وہ علمی وادبی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔1966ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئے لیکن یہ لاہور میں رہائش پذیر ہیں اور ایف سی یونیورسٹی لاہور میں تدریس کے شعبے سے منسلک ہیں۔ان کے دو شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔حلقہ ارباب ذوق فیصل آباد کے دو مرتبہ سیکرٹری منتخب ہوئے۔شاہد اشرف کا پہلا شعری مجموعہ "یہ منظر خوبصورت ہے" 1966ء میں شائع ہوا۔اس میں غزلیں اور نظمیں دونوں شامل ہیں۔نعتیہ کلام آغاز میں علاوہ ازیں منظر نگاری، حب الوطنی، موت وزندگی کا فلسفہ وغیرہ موضوعات پر نظمیں موجود ہیں۔علامہ اقبال کے کلام میں ہمیں فکر و فلسفہ، زندگی اور موت کے حوالے سے کچھ اشعار ملتے ہیں۔مزید برآں منظر نگاری کے حوالے سے بھی اقبال کی بہت سی نظمیں موجود ہیں جن میں کنارہ راوی، مسجد قرطبہ، اخترِ صبح، آفتاب صبح وغیرہ شامل ہیں۔علاوہ ازیں اقبال حبِ وطنی کے حوالے سے بھی کسی سے پیچھے نہیں۔بانگ درا میں شامل نظم "وطنیت" میں انہوں نے بہت خوبصورتی سے اظہار خیال کیا ہے۔اس حوالے سے ہمیں شاہد اشرف کی کچھ نظموں میں اقبال کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔"اے وطن" نظم کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

"اے وطن! تیر گلی کوچوں کی خیر
ان حسیں شہروں کے بام ودر سے ہنستی مسکراتی
زندگی سے پھوٹے رنگوں کی بارش میں نہائے
پر سکوں چہروں کی خیر"(18)

شاہد اشرف کی نظموں موت کتنی خوبصورت ہے، آنگ لسانگ کا وطن جیسی نظموں میں اقبال کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں علاوہ ازیں اقبال کا کلام نعتیہ کے حوالے سے بھی دیکھیں تو شاہد اشرف کے کلام پر اثرات نمایاں ہیں۔مزید برآں ان کے دوسرے شعری مجموعے "رنگ خوابیدہ پڑیں ہیں" جس میں کشمیر کے مظلوموں اور ان کے بکھرتے ہوئے جسم کے اعضاء کے نوحے پر مشتمل نظمیں شامل ہیں۔ان کے اس مجموعے میںاقبال کے اثرات جن نظموں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔چشمہ، ماں مجھے بتاتی ہے وغیرہ ہیں۔اس کے علاوہ عشق رسول ﷺ سے محبت کے اثرات ان کے ہاں بھی نظر آتے ہیں۔دربار رسالت اور کمسن قالین باف میں دیکھے جاسکتے ہیں۔اقبال نے کشمیر کے حوالے سے متعدد نظمیں قلمبند کیں اسی طرح انہوں نے والدہ ماجدہ کے لیے بھی نظم لکھی اس کے حوالے سے اثرات شاہد اشرف کے ہاں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔چند مصرعے نظم "ماں مجھے بتاتی ہے" کے ملاحظہ کیجیے:

"جن نے شاہزادی کو قید کر کے رکھا تھا
تم اسی کہانی میں راجہ بن کے آتے تھے

سارا دن تھکاوٹ کا ایک پل محبت کا

اور اسی محبت میں دن گزر جاتے تھے"(19)

المختصر، فنی اعتبار سے دیکھیں تو اقبال کے ہاں ان کے مجموعہ ضرب کلیم میں لکھی گئی چھوٹی چھوٹی نظمیں اپنی گیرائی تاثر اور جامعیت کی بنیاد پر تغزل کی ایسی عمدہ مثالیں ہیں جن کے اثرات ہمیں شاہد اشرف کی چند نظموں میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ عابد حسین عابد 1968ء میں پنجاب کے شہر وہاڑی میں پیدا ہوئے۔ ترقی پسند تحریک کے حوالے سے ایک اہم نام ہے۔ ان کا شمار لاہور کے اہم شعرا میں ہوتا ہے۔ یہ لاہور میں مقیم ہیں اور یہاں شعری نشستوں میں اپنا کلام پڑھتے ہیں۔ ان کا ایک شعری مجموعہ ہے جسے ادبی حلقے میں بہت پذیرائی ملی۔ عابد حسین عابد کی شاعری میں ہمیں اقبال کی طرح مایوسی کی جگہ اُمید نظر آتی ہے اور یہ سماج کے اندر پہلے سے موجود مایوسی کے خاتمے کے لیے اپنی تحریروں کے ذریعے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتے دکھائے دیتے ہیں۔ عابد حسین عابد کی شاعری زندہ شاعری ہے اور ان کا کلام علامہ اقبال کی طرح آج کے لیے بھی ہے اور آنے والے زمانے کے لیے بھی۔ عابد حسین عابد کی کتاب "رات کے حصار میں "اردو شاعری کی بہترین کتاب ہے یہ سماجی، مزاحمتی اور ادبی شعور یں اضافے کا باعث ہے۔ اقبال کے کلام میں بھی ہمیں مزاحمت کا رنگ ملتا ہے جو انہوں نے کشمیر اور مزدور طبقے کے لیے کلام تحریر کیا، جو خضر راہ اور بالِ جبریل کی نظموں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح عابد حسین عابد کی شاعری میں موجود مزاحمتی نظمیں شامل ہیں جن پر اقبال کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان کی معروف مزاحمتی نظمیں مجھے جنت نہیں جانا، تم کون ہو؟، تم جو محفوظ ہو، کھیل تماشا، سوال، گواہی، ایک دن زندگی کے ساتھ اور زندگی اور کیا چاہیے ہے تجھے؟ شامل ہیں۔ اقبال کے علاوہ بھی بہت سے شاعر ہیں جنہوں نے مزاحمتی شاعری کی جن میں اکیسویں صدی کے شعرا میں عابد حسین عابد بھی شامل ہیں۔ ان کی نظموں کے کشھ اقتباس ملاحظہ کیجیے جن پر اقبال کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ نظم "تم کون ہو؟"

"کہاں سے آئے ہو؟

تم کون ہو قاتل

تمہارا اس زمیں سے واسطہ کیا ہے؟

یہاں جو موت تم تقسیم کرتے ہو

تمہارا خوف ہے

اک دن تمہیں مار ڈالے گا"(20)

نظم "گواہی" کے چند مصرعے ملاحظہ کیجیے جن پر اقبال کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں:

مبلغ سچ نہیں کہتا

مورخ جھوٹ لکھتا ہے

انھی کی عقل ناقص ہے

ہوس حد سے بڑھی جس دن"(21)

عابد حسین کا تعلق شعرا کے اس قبیلے سے ہے جن کے سرخیلوں میں علامہ اقبال، فیض وغیرہ سرفہرست ہیں۔فنی اعتبار سے دیکھیں تو اقبال کی طرح ان کی شاعری داخلی اور خارجی باہمی سوچوں کی شاعری ہے۔اس لیے بھی ان پر اقبال کے اثرات ہیں۔ان کی شاعری کے مفہوم و مقاصد اقبال کی طرح بڑے ہیں۔بنی نوع انسان فلاح و بہبود کے عظیم جذبے ہیں۔اقبال کی طرح ان کے کلام میں لفظی بلند آہنگی اور موضوعاتی تکرار سے گریز کرتے ہوئے اپنے کلام کو داخلی و خارجی احساسات اور جذبات کو نئے الفاظ اور نئے معنی عطا کر کے غزل کو ایک نیا لہجہ اور نیا اسلوب عطا کر دیا ہے۔اقبال کی طرح عابد حسین عابد کی غزلوں میں علامتی اظہار بے حد خوبصورتی کے ساتھ شاعری کے تقاضوں کو پورا کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔جیسے اقبال نے شہباز اور شاہین وغیرہ جیسی علامات اپنی شاعری میں استعمال کی ہیں۔اسی طرح کی علامات عابد حسین عابد کی غزلوں اور نظموں میں بھی ہمیں ملتی ہیں۔

سعود عثمانی 6دسمبر 1958ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔پاکستان سے تعلق رکھنے والے اردو زبان کے ممتاز شاعر ہیں۔لاہور کے رہائش پذیر ہیں اور کتابوں کی فروخت اور اشاعت کا اپنا کاروبار چلا رہے ہیں۔ان کے اب تک تین شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔جل پری، قوس اور بارش شامل ہیں۔سعود عثمانی کا پہلا شعری مجموعہ قوس 1997ء کو شائع ہوا۔ان کا دوسرا شعری مجموعہ 2007ء میں لاہور سے شائع ہوا۔"بارش" کے عنوان سے ان کا شعری مجموعہ جس میں غزلیں اور نظمیں شامل ہیں اس کی ابتداء نعتیہ کلام سے ہوتی ہے جس میں ان کا نعتیہ کلام بھی موجود ہے جس میں عشق رسول ﷺ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں اقبال کے ہاں بھی ہمیں عشق رسول کے سلسلے میں کافی کلام ملتا ہے۔اقبال کی پوری زندگی عشقِ رسول اور یادِ مدینہ سے معمور تھی۔ان کا زندہ جاوید میں ان دونوں موضوعات کے تذکرے سے بھرا پڑا ہے۔اقبال کے لیے عشق رسول کی اگلی منزل وہ ہے جب اقبال کا کائنات کی ہر چیز میں عشق کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔تصویر درد، نالہ یتیم، فریادِ اُمت اور اسلامیہ کالج کا خطاب جو اقبال معروف نظمیں ہیں جن میں عشق رسول کے نظریاتی اور صوفیانہ پہلو کو خوب اجاگر کرتے ہیں۔

اُس نے پہچانا نہ تیری ذاتِ پُر انوار کو

جو نہ سمجھا خدِ مہم کے اسرار کو

سعود عثمانی کا یہ کلام عشقِ رسول اور مدینے کے حوالے سے جس پر اقبال کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

"میں ایک بے ادب و کم شناس اعرابی

سُلگتے دشت سے آیا ہوا مدینے میں
مہ حجاز کھلے آسماں میں ہے اور میں
بھٹک رہا ہوں کسی بے چراغ زینے میں
پلٹ کے آیا نہیں جنت البقیع سے میں
گڑا ہوا ہے مرا دل ابھی دفینے میں"(22)

اقبال جب یورپ میں تھے تو اپنی مشرقی تہذیب کو مغربی تہذیب پر ترجیح دیتے تھے اور یورپ میں رہنے کے باوجود بھی انہوں نے مشرقی تہذیب یاد آتی تھی، اقبال جو مغرب سے مرعوب ہو کر نہیں بلکہ اس کے بارے میں واضح نقطہ نظر رکھتے تھے۔ بالِ جبریل کی اکثر غزلیں اس حوالے سے ولولہ انگیز ہیں۔ اس سلسلے میں اقبال کے اثرات سعود عثمانی کی اس نظم میں دیکھے جاسکتے ہیں جس میں حب الوطنی اور اپنی تہذیب سے محبت کا اظہار ملتا ہے جیسے اقبال کے کلام میں ملتا ہے۔ نظم "وہ جو مٹی میں محبت کا اثر رکھا تھا" چند مصرعے ملاحظہ کیجیے:

"اونچی نیچی اور تیڑھی میڑھی گلی میں رکتے اور چلے دو افراد
بُو باس میں گم سم اور قدیم خوشبو سے بھرے ہوئے مکان
چھوٹی اینٹ کی تعمیر"(23)

فنی لحاظ سے دیکھیں اقبال کی طرح سعود عثمانی کے اس مجموعے میں ان کی نظم اور غزل میں کوئی واضح فرق نہیں ہے۔ دونوں ان کے لیے ایک جیسا ذریعہ اظہار ہیں اور دونوں ان کی تخلیقی صلاحیتوں کی بھرپور غمازی کرتی ہیں۔ بانگ درا میں بہت سی غزلیں اور نظمیں ایسی موجود ہیں اس سلسلے میں سعود عثمانی کے اس مجموعے میں اقبال کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

محمد نوید مرزا 26 فروری 1968 کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ادیب، شاعر اور نقاد ہیں۔ ان کی نعتیہ کتب، شعری مجموعوں کے علاوہ نثری کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی اب تک تیس سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں۔ ان کا اقبال کے مصرعوں سے بچوں کے لیے کہانیاں بھی لکھیں جو کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہیں۔ "میں سناتا ہوں قصہ درویش" جو 2020 میں شائع ہوا۔ اس میں نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔ جن میں کچھ نظموں اور غزلوں پر اقبال کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس کتاب میں کچھ کلام صوفیانہ رنگ میں ڈھلا ہوا ہے۔ اس میں کچھ کلام مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے ظلم کے خلاف احتجاج کے طور پر بھی ہمارے سامنے آتا ہے۔ کشمیر میں لوگوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے رہے۔ اقبال کی طرح انہوں نے بھی کشمیر سے یکجہتی کا ثبوت عمدہ کلام لکھ کر دیا۔ نوید مرزا اقبال کی طرح لوگوں کے دلوں میں اُمید پیدا کرنے کا فن رکھتے ہیں۔ اقبال نے کشمیر پر نظم بھی لکھی اسی طرح اس کے اثرات نوید مرزا کی اس نظم "کشمیر کے نام" ملاحظہ کیجیے:

"بھوک سے موت کی دہلیز پہ آ پہنچے ہیں
زندگی بخش کوئی ان کو نوالہ دے دے
ظلم نے چھین لیے ان کے خد و خال تمام
میری آنکھیں، مرے بازو، مرا چہرہ دے دے"(24)

اسی طرح اس کتاب میں موجود نظمیں جن پر اقبال کے اثرات نمایاں ہیں، ان میں "کرفیو اٹھ گیا"، "کشمیر کے نام" وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا دوسرا مجموعہ جس میں اقبال کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ "رُوبرو محبت ہے"۔ اس میں اقبال کے اثرات کے حوالے جو موضوعات ہیں ان میں دعائیہ کلام، ماں پر مبنی کلا اور فلسفیانہ خیالات شامل ہیں۔ اقبال کی طرح نوید مرزا اپنی والدہ سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ اقبال کے اثرات نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔

"شکستہ پیڑ گھنی چھاؤں دینے لگتے ہیں
ہمارے ہونٹوں سے جس وقت ماں نکلتا ہے
ترے جمال کے حیرت کدے میں رہتا ہوں
خبر نہیں کہ یہ رستہ کہاں نکلتا ہے"(25)

فنی لحاظ سے اقبال کی طرح ان کے کلام میں کافی گہرائی ہے۔ اقبال کی طرح ان کی غزل قلندر کی صدا ہے اور فطری انداز میں دامن یزداں تھام لیتی ہے۔

سعد اللہ شاہ 1958ء میں سید نصر اللہ شاہ کے گھر پیدا ہوا۔ یہ لاہور کے اہم شعرا کی فہرست میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے متعدد شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں پنجابی شعری مجموعہ بھی شامل ہے۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ "بادل چاند ہوا اور میں" 1989ء میں شائع ہوا۔ ان کی اس کتاب میں مزاحمتی رنگ نمایاں ہے اور اقبال کے اثرات نمایاں ہیں۔ انہوں نے بھی اقبال کی طرح ظلم و بربریت کے خلاف آواز بلند کی۔ اقبال نے کشمیر اور مشرقی عہد کے حکمرانوں اور عوام پر ظلم و بربریت کے خلاف بغاوت کی۔ اس سلسلے میں سعد اللہ شاہ کے کلام ہمیں اقبال کے اثرات نظر آتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

"یہ جو ہر شکستہ ہے فاختہ یہ جو زخم زخم گلاب ہے
یہ ہے داستاں مرے عہد کی جہاں ظلمتوں کا نصاب ہے
جہاں ترجمانی ہو جھوٹ کی جہاں حکمرانی ہو لوٹ کی
جہاں بات کرنا محال ہو وہاں آگہی بھی عذاب ہے"(26)

تحسین فراقی 17 ستمبر 1950ء کو قصور میں پیدا ہوئے۔ایک شاعر، نقاد اور محقق ہیں۔ان کا شعری مجموعے نقش اول اور شاخِ زریاب شائع ہو چکے ہیں۔مزید بر آں ان کی تحقیق و تنقید پر بھی کتب موجود ہیں۔ان کا پہلا شعری مجموعہ نقش اول 1992ء کو شائع ہوا اس میں انی نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔اقبال کے کلام میں ہمیں اکثر فارسی تراکیب ملتی ہیں اسی طرح شاخ زریاب میں ہمیں فارسی تراکیب کی چاشنی بھی ملتی ہے۔زندگی سے بے اعتنائی کی کفیت ہمیں اکثر اقبال کے ہاں بھی ملتی ہے جیسے اقبال کا شعر ملاحظہ کیجے:

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب

کیا لطفِ انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

اسی طرح ہمیں چند اشعار پر اقبال کے اثرات تحسین فراقی کے ہاں بھی ملتے ہیں۔زندگی سے بے اعتنائی قنوطیت نہیں بلکہ فلسفیانہ فکر کو جنم دیتی ہے جو اقبال کی طرح تحسین فراقی کے ہاں بھی نظر آتا ہے۔

مجھ سا انجان کی موڑ پر کھو سکتا ہے

حادثہ کوئی بھی اس شہر میں ہو سکتا ہے

تجھے خبر ہی نہیں قونید کی دوری سے

تمام عمر مرا کس قدر زیاں ہوا ہے

زاہد منیر عامر اردو کے محقق، شاعر اور نقاد ہیں۔انہوں نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی۔یہ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ تالیف و ترجمہ کے سربراہ ہیں اور تدریس سے وابستہ ہیں۔مصر کی قاہرہ یونیورسٹی میں بھی پڑھاتے رہے۔اقبال کی طرح گہری سوچ و خیالات کا فلسفہ ان کے کلام میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ان کے شعری مجموعوں کے علاوہ کئی نثری کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔"آئے دنوں میں گم" ان کی نظموں کا مجموعہ کا جس پر اقبال کے اثرات کچھ نظموں میں ملتے ہیں اس کا تذکرہ کرنے کی سعی کرتی ہوں۔زاہد منیر عامر کی بعض نظموں سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اقبال کی پیروی میں زاہد منیر کی جہاں بنی بھی اُس دروں بنی تک لے جاتی ہے جو مسجد قرطبہ کے ستونوں میں صحرائے شام کا ہجوم نخیل اور اس کے در و بام پر وادی ایمن کا نور دیکھ سکتی ہے۔اقبال نے مسجد قرطبہ نظم کا احوال جیسے گہرائی سے کیا ویسے ہی زاہد منیر عامر کو بھی استنبول کی قدیم عمارتوں کی جبینوں میں وہ راز پنہاں دکھائی دیتے ہیں۔مسجد قرطبہ کی طرح زاہد منیر عامر کی نظم "مار لیش" میں اقبال کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔اسی طرح اقبال کے ہاں دعا کا تصور پایا جاتا ہے۔ان کے تمام اردو کلام میں ملک ع قوم اور نوجوان نسل کے لیے تصور دعا موجود ہے۔بالکل اسی طرح جیسے اقبال کے اردو کلام میں دعائیہ کلام ملتا ہے۔اقبال کے تمام اردو کلام میں دعا کا تصور ملتا ہے وہ چاہے ملک و قوم یا نوجوان نسل کے لیے ہو۔اسی طرح ہمیں زاہد منیر عامر کے اس مجموعے میں دعا کا تصور ملتا ہے۔نظم "دعا" جس میں اقبال کے اثرات نمایاں ہیں ملاحظہ کیجیے:

"جو ستارے چمکدار آنکھوں میں ہیں
وہ دمکتے رہیں
موج، خوشبو کی جو تیرے گلشن میں ہے
وہ مہکتی رہے"(27)

فنی لحاظ سے زاہد منیر کی نظمیں اقبال کی طرح رہنمائی مہیا کرنے والی نظمیں ہیں۔اگرچہ یہ کام اقبال کی شاعری سے کافی مختلف ہے تاہم انہوں نے بھی اپنے انداز سے ترجمانی کی ہے۔اقبال نے پیام مشرق میں اپنی شاعری کے حوالے سے لکھا تھا کہ کم نظری میری جان کی بیتابی نہیں دیکھتے۔شاعری کو اقبال نے ایسے دیوانگی عبارت جانا ہے۔زاہد منیر عامر کے ہاں موت اور زندگی پر مبنی نظمیں بھی ہیں۔اسی طرح اقبال کے ہاں موت کا تصور بھی ہے۔اقبال موت کے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے،

فرشتہ موت کا چھُوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دُور رہتا ہے

یا

زندگانی ہے صدف قطرۂ نیساں ہے خُودی
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے

شہزاد نیئر ۱۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو اپنے گاؤں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے جدھر ان کے آباواجداد بھی تھے۔ان کا اصل نام محمد شہزاد ہے۔یہ فوج کے شعبہ سے وابستہ رہے اور ایک عرصے سے لاہور میں مقیم ہیں۔یہ حلقہ ارباب ذوق کے رکن ہیں اور یہ ادب شناس ہیں اور ادبی حلقوں میں جانا جاتا ہے۔علاوہ ازیں متعدد اعزازات حاصل کیے۔ان کے تین شعری مجموعے

ہیں۔ان کی نظموں کا مجموعہ "برفاب" ۲۰۰۶ء کو سانجھ پبلی کیشنز سے شائع ہوا اس میں فقط ۳۳ نظمیں شامل ہیں۔اس میں اقبال اثرات کے حوالے سے جو موضوعات پر نظمیں ہیں ان میں سماجی ،سماجی ،اخلاقی اور مذہبی شامل ہیں۔اسی طرح "خاک" میں انہوں نے مذہبی لگاو اور مذہب سے محبت کا درس ملتا ہے۔ان کے ہاں علامہ اقبال کی طرح مذہبی شدت پسندی نہیں لیکن مذہب کی اہمیت ان کے ہاں دکھائی دیتی ہے جیسے

"بستیوں میں بھرے اور چاہے
اگر حکم دے دوں تو تعمیل کو بجھتے ملبے سے
لبیک کی اونچی اونچی صدائیں اٹھیں (28)

اقبال کے کلام میں اس حوالے سے دیکھیں تو کلام اقبال پر دین اسلام کے اثرات نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔انکی نظموں میں دینی لگاو ملتا ہے ان میں مسلم، حضور رسالت مآب میں،طارق کی دعا وغیرہ۔ان کی شاعری میں اقبال کی طرح تہذیبی شعور بھی ملتا ہے۔ان کا اسلوب اقبال کے چند کلام میں بھی ملتا ہے جیسے اقبال کے کلام میں امیجری کے حوالے سے بھی شہزاد نیئر کے کلام میں اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔اقبال کی امیجری جوان کے کلام کو حسین بناتی ہے اوراس میں اثر پیدا کرتی ہے۔بانگ درا میں براہ راست تصویر کشی کی گئی نظمیں ہیں۔اس حوالے سے شہزاد نیئر کی شاعری میں اس کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔شہزاد نیئر کے ہاں اقبال کی طرح امیجری بھی بھرپور انداز میں ملتی ہے مثال ملاحظہ کیجیے:

گڑ گڑاہٹ ہوئی
دل تک آئی تو دل جم گئے
گڑ گڑاہٹ کے پہلو میں پسے ہوئے
برف، پانی، ہوا

یہ امیجری اقبال کی شاعری کے پچھلے تین چارادوار میں ملتی ہے "ہمالہ" کو ہی لیجیے ہر چیز لطافت کے ساتھ لئے بھاگتی نظر آئے گی۔

اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تو بھی جسے

دستِ قدرت نے بنایا ہے عناصر کے لئے

فرحت عباس شاہ ۱۹۶۹ء کو جھنگ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں انہوں نے نظمیں لکھنی شروع کئیں۔ ان کی انگریزی ، تنقید اور چھیالیس کے قریب شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ کافی عرصے سے لاہور میں مقیم ہیں۔ انکی شاعری میں زیادہ تر موضوعات رومانوی اور ہجر زدہ ہیں لیکن کچھ غزلیں جن پر اقبال کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ کائنات کے بارے میں فلسفیانہ انداز اور فکر و فلسفہ جو ہمیں اقبال کے ہاں بھی موجود ہے۔ اقبال نے کائنات کے تکوینی نظام اس کی اصل حقیقت اور اس میں جنم لینے والے واقعات و حوادث کی ماہیت پر فلسفیانہ انداز میں گفتگو ملتی ہے۔ اقبال کے ہاں خالق کائنات نے لیل و نہار کا سلسلہ بے مقصد اور بلا وجہ پیدا نہیں کیا اور کائنات میں شب و روز پیدا ہونے والے احوال و تغیرات کا تخلیق سے ایک گہرا اور واضح رشتہ ہے۔ زندگی، موت اور دیگر لمحاتی تبدیلیاں خدا کے اس نظام کا حصہ ہیں۔ زندگی، موت، پیدائش، فنا اور دیگر تمام تبدیلیاں زندگی کی اصل حقیقت ہی تو ہیں۔ اقبال کی نظم "زمانہ" اسی فلسفے کو بیان کرتے ہیں کہ جس میں دن رات کا کوئی تصور نہیں۔ دنیا فانی ہے اور تمام نقوش ایک دن ختم ہو جاتے ہیں۔ سب کی منزل فنا ہے۔ اقبال کے اثرات فرحت عباس شاہ کی ان نظموں "موت زدہ" اور "پس کائنات" میں دیکھے جاسکتے ہیں کہ وہ اقبال کی طرح فکر و فلسفہ کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ نظم "موت زدہ" کے چند مصرعے ملاحظہ کیجیے:

"کاش ایک بار کوئی مر کے کبھی جی اٹھے
اک اک ہاتھ پر بیعت کرے
موت کی دنیا الگ ہوتیں
موت کا شہر الگ(29)

حماد نیازی نقاد اور شاعر اور ہمہ جہت شخصیت کے ملک ہیں۔ لاہور میں مقیم اور شعبہ تدریس سے وابستہ حماد نیازی کی پیدائش یکم اگست 1984 کو پنجاب کے شہر تلہ گنگ میں ہوئی- حماد نیازی کا ایک ہی شعری مجموعہ ہے جو کولاج پبلی کیشنز سے رواں برس شائع ہوا۔ اس مجموعے میں انکی تحریر کردہ نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔ شعری مجموعہ "دعاؤں بھرے دالان" میں کچھ غزلیں اور نظمیں جن میں ہمیں اقبال کے اثرات ملتے ہیں۔ اقبال کے کلام میں تصور دعا، تہذیبی شعور اور نعتیہ کلام ان کے اردو مجموعوں سب ہی میں نظر آتا ہے۔ حماد نیازی اس کے اس مجموعے کے آغاز میں نعتیہ کلام موجود ہے جس میں وہ اقبال کی طرح آقادو جہاں اور مدینہ سے اپنی عقیدت کا اظہار خوبصورت انداز میں کرتے ہیں۔ دوسرا حصہ گل دوپہر کے عنوان سے ہے جس میں غزلیں اور نظمیں شامل ہیں۔ ان کے ہاں اقبال کی طرح تصور دعا کا عنصر جو حماد نیازی کے ہاں اس انداز میں یہ تصور ملتا ہے جو ماں کے ہونٹوں سے خوشبو کی آیت گری اور سانسوں نے اسکی تلاوت بھی کی گھر کے چاروں طرف اک صحیفے کی ضو آسمانوں کو حیران کرتی ہوئی۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

"دعائیں کھڑکی سے جھانکتی تھیں
جب اپنے گھر سے نکل رہا تھا(30)

ثمینہ سید کا تعلق لاہور سے ہے جن کا ابتدائی شہر پاکپتن شریف ہے۔ قلمی اور اصلی نام ثمینہ سید ہے مشاعروں میں شرکت اور ادبی اعزازات واسناد سے بھی نوازا جاچکا ہے۔ان کے افسانوی مجموعے، شعری مجموعے اور ناول منظر عام پر آچکا ہے۔"ہجر کے بہاؤ میں" ان کا پہلا شعری مجموعہ جو ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا۔ان کے کلام میں اقبال کے جو اثرات نظر آتے ہیں ان میں عشق رسول ﷺ، حب الوطنی، مقصدیت، قنوطیت کی بجائے اُمید اور عزم وغیرہ شامل ہیں۔علامہ اقبال کے ہاں آقا دوجہاں کی ذات اقدس سے جو والہانہ عشق ہے اردو شاعری میں بانگ درا اور ارمغان حجاز تک اور فارسی شاعری میں اسرار ورموز، ارمغان حجاز کے حصہ فارسی تک کوئی مجموعہ کلام ایسا نہیں جہاں آس عشق کا جلوہ نظر نہ آتا ہو۔اقبال کے لیے عشق رسول ﷺ کی اگلی منزل وہ ہے جب اقبال کو کائنات کی ہر چیز میں عشق کی کارفرمائی نظر آتی ہے اور اُن کے دل پر یہ الفاظ اترتے چلے جاتے ہیں۔

عشق دم جبریل، عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام

اسی طرح تصویر درد، نالہ یتیم، فریاد اُمت اور اسلامیہ کالج کا خطاب جیسی اقبال کی معروف نظمیں عشق رسول کے نظریہ اور صوفیانہ پہلو کو خوب اجاگر کرتی ہیں۔اس حوالے سے ثمینہ سید کی نعتیہ اشعار کے چند مصرعہ ملاحظہ کیجیے جس پر اقبال کے اثرات نظر آتے ہیں:

ان کی رحمت سے دیے صحراؤں میں جلنے لگے"
اُن کی رحمت سے ہر اک قطرہ سمندر ہوگیا
نام لکھا جائے گا اپنا ثناخوانوں کے بیچ
فخر سے اونچا ثمینہ اپنا یہ سر ہوگیا(31)

اقبال کی ابتدائی نظموں سے ان کے ایک محب الوطن شاعر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ہر انسان کی طرح انہیں بھی اپنے وطن سے گہری محبت تھی چنانچہ ان کی نظمیں مثلاً تصویر درد، ترانہ ہندی، نیا شوالہ وغیرہ وطن پرستی کے بہت نفیس جذبات سے بھری پڑی ہیں۔اقبال کی وطنی محبت کا اظہار ان نظموں میں خاص طور پر نمایاں ہے جو ان کے قیام یورپ میں لکھی گئیں مثلاً تصویر درد میں لکھتے ہیں:

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے

تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

اقبال نے اپنی نظم "نیا شوالہ" میں "خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے۔" کہہ کر اپنی وطن پرستی کی انتہا کر دی ہے۔اس کے اثرات ثمینہ سید کے حب الوطنی کے تحریر کردہ کلام "وطن کی نذر' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ملاحظہ کیجیے:

”کیسے بتاؤں کتنی محبت وطن سے ہے

سچ ہے کہ اپنی ساری حقیقت وطن سے ہے

مٹی کی باس سے ہوں میں سرشار اس قدر

ایسے سمینہ روح میں الفت وطن سے ہے(32)

ثمینہ سید کے ہاں فکری جمالیات کا ترجمان ہے اقبال کی طرح ثمینہ کے ہاں شعری موضوعات ولوازم کی بھرمار تو کیا اس کے شعوری انصرام کا شائبہ تک نہیں ملے گا۔ثمینہ سید کے دوسرے مجموعے "سامنے مات ہے" میں اقبال کے اثرات ان کی نظموں کشمیر کے اے مسلم، عورت وغیرہ میں نظر آتے ہیں۔اقبال بھی کشمیر کے حوالے سے اور حقوق نسواں پر خوب قلمبند کیا۔اقبال کے مجموعے "ارمغان حجاز" کا ایک حصہ جو کشمیر کے حوالے سے کئی نظمیں شامل تھیں۔

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر

کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایران صغیر

یہ کشمیر کے مسلمانوں کے لیے توانا آواز بن کر اُبھرے تھے اور خود بھی وہ کشمیری تھے اپنے کلام کے ذریعے ہمیشہ کشمیریوں سے یک جہتی کرتے رہے۔اسی طرح ثمینہ سید کی کشمیر کے حوالے سے نظم ملاحظہ کیجیے جس میں اقبال کے اثرات موجود ہیں۔

”اے اہل ستم کچھ سوچ زرا

کشمیر میں انسان بستے ہیں

جو قید ہوئے ہیں عرصے سے

سب جن کو مسلماں کہتے ہیں(33)“

حوالہ جات

ا۔خواجہ محمد زکریا،ڈاکٹر، آشوب،لاہور:شرکت پرنٹنگ پریس،2011ء،ص25

۲۔بحوالہ آشوب،ص32/31

۳۔خورشید رضوی کلیات خورشید رضوی،لاہور:الحمد پبلی کیشنز،2012ء،ص۲۰،

۴۔بحوالہ کلیات خورشید رضوی،ص۱۷

۵۔ارشد محمود،ناشاد،ڈاکٹر،اردو غزل کا تکنیکی،ہیئتی اور عروضی سفر،لاہور:مجلس ترقی ادب،2008ء،ص288

۶۔ تبسم کاشمیری،ڈاکٹر، تمثال،لاہور:ارسلان پبلی کیشنز،1975ء،ص15

۷۔سعادت سعید۔ کجلی بن،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،1988ء،ص35

۸۔بحوالہ کجلی بن،ص41

۹۔بحوالہ کجلی بن،ص37

۱۰۔بحوالہ کجلی بن،ص41

۱۱۔ضیاء الحسن،بارِ مسلسل،لاہور:ملٹی میڈیا آفیئرز،2014ء،ص11

۱۲۔پریم گوپال متل،1970ء کی منتخب شاعری،نئی دہلی:نبی کے پبلی کیشنز،1971ء،ص52/51

۱۳۔جاوید شاہین،دیر سے نکلنے والا دن،لاہور:فکشن ہاؤس،2004ء،ص78

۱۴۔پروین فنا سید،تمنا کا دوسرا قدم،راولپنڈی:ایس ٹی پرنٹرز،1985ء،ص115

۱۵۔اعتبار ساجد،پذیرائی،لاہور:مکتبہ امتیاز،1987ء،ص23

۱۶۔جاوید قاسم،پوری عمر کا دن،لاہور:چغتائی پبلی کیشنز،اشاعت سوم2012ء،ص19

۱۷۔عباس تابش،عشق آباد،لاہور:الحمد پبلی کیشنز،2011ء،ص469

۱۸۔شاہد اشرف،یہ منظر خوبصورت ہے،لاہور:تخلیقات پبلی کیشنز،1999ء،ص46

۱۹۔شاہد اشرف،رنگ خوابیدہ پڑیں ہیں،فیصل آباد:مثال پبلی کیشنز،2020ء،ص33

۲۰۔عابد حسین عابد،رات کے حصار میں،لاہور:عکس پبلی کیشنز،2021ء،ص87

۲۱۔بحوالہ رات کے حصار میں،ص119

۲۲۔ سعود عثمانی، بارش، لاہور: ادارہ اسلامیہ، 2007ء ص 21
۲۳۔ بحوالہ بارش، ص 61
۲۴۔ محمد نوید مرزا، میں سناتا ہوں قصہ درویش، لاہور: رحمانیہ پبلی کیشنز، 2020ء، ص 31
۲۵۔ نوید مرزا، رُوبرو محبت ہے، لاہور: رحمانیہ پبلی کیشنز، 2017ء، ص اول
۲۶۔ سعد اللہ شاہ، بادل چاند ہوا اور میں، انتخاب ریختہ، 1989ء، ص 16
۲۷۔ زاہد منیر عامر، آتے دنوں میں گم، لاہور: قلم فاونڈیشن، 2021ء، ص، 105
۲۸۔ شہزاد نیّر، برفاب، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۱۱
۲۹۔ فرحت عباس شاہ، آوارہ مزاج، انتخاب، ریختہ، ص 78
۳۰۔ حماد نیازی، بھرے دعاؤں دالان، لاہور: کولاج پبلی کیشنز، 2023ء، ص ۲۰
۳۱۔ ثمینہ سید، ہجر کے بہاؤ میں، لاہور: زریفت پبلی کیشنز، 2019ء، ص، ۱۹/ ۲۰
۳۲۔ بحوالہ ہجر کے بہاؤ میں، ص ۲۳
۳۳۔ ثمینہ سید، سامنے مات ہے، لاہور: زریفت پبلی کیشنز، ۲۰۲۳ء، ص ۱۲۰